مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور مسلم نو جوان

☆ محمد سرفراز خالد

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا شمار برصغیر پاک و ہند کے ان نامور علماء میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی ساری زندگی دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے وقت کیے رکھی۔ آپ کے پیش نظر طلبا اور مسلم نو جوان تھے ،جن کی اصلاح اور علم کے میدان میں کامیابی کے لیے وہ ہمہ وقت کوشاں رہے۔ طلباء سے ہمیشہ تلقین فرماتے کہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہیں۔ مدرسہ کے فارغ التحصیل ہونے والے طلبا سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

"اگر آپ نے اس کا مفہوم یہ سمجھ لیا کہ ہم تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ اب ہمیں تعلیم و تربیت کی کوئی ضرورت نہیں ،تو بلا کسی حجاب و تردد کے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آپ نے کچھ بھی نہیں سیکھا اور آپ کا ارادہ اپنے مقصد میں بالکل ناکام ہے اور ہم لوگ بالکل ناکام ہیں ،لیکن جیسا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ نے فارغ ہونے کا یہ مفہوم نہیں سمجھا ، بلکہ فارغ ہونے کا مفہوم آپ کے نزدیک بھی یہ ہے کہ آپ اس قابل ہو گئے کہ کتابوں کو ہاتھ لگا سکیں اور حسب ضرورت ان سے استفادہ کرسکیں بلک،ہ یوں کہا جائے کہ آپ کو اب علم کے حاصل کرنے کی کنجی دے دی گئی تو زیادہ صحیح ہوگا۔ آپ اس کنجی کے ذریعے ہر قفل کو کھول سکتے ہیں اور علم کے خزانے اپنے پاس جمع کر سکتے ہیں۔ آپ اس کنجی کو جتنا ہی استعمال کریں وہ اسی قدر کام دیتی چلی جائے گی (۱)۔

عزیز و رفیقو ! تقدیر الہٰی نے ہمارے لیے جس دور کا انتخاب کیا ہے اس کی ذمہ داریاں بہت ہیں، لیکن اس کا انعام اور سرفرازیاں بھی بڑھ چڑھ کر ہیں۔ زمانہ سے شکست مردوں کا کام نہیں، جو وقت باقی رہ گیا ہے اُس کی تیاری میں صرف کیجئے ، زمانہ کی نزاکت اور اپنے کام کی عظمت سمجھیے اور اپنے آپ کو قیمتی اور کارآمد بنائیے ،تا کہ اُمت کے لیے قیمتی اور کارآمد ثابت ہوں"۔

غافل منشیں، نہ وقت بازیست
وقت ہنراست و کارساز یست(۲)

بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی طلباء اور مسلم نوجوان اگر عزم و استقلال کے ساتھ کامیابی کی طرف گامزن ہوں تو راستے کی مشکلات اُن کا راستہ نہ روک سکیں گی اور وہ یقیناً کامیابی سے ہمکنار ہوں گے، فرماتے ہیں:

''اصل فیصلہ کن چیز، ملتوں اور قوموں کی تقدیر کو بدلنے والی حقیقت، ممالک کا سیاسی و جنگی نقشہ یکسر تبدیل کرنے والی طاقت قلت وکثرت کا تناسب اور تسلیم شدہ صورت حال نہیں ہوتی، اصل انقلاب انگیز طاقت اور ناممکن کو ممکن بنانے والی چیز اُس ہستی کا وجود ہے جو عزم وایمان کی خارق عاذت طاقت سے سرشار ہو، صورت حال کو یکسر تبدیل کر دینے کے لیے ہمہ تن تیار اور اس کی راہ میں ہر طرح کی قربانی و جاں نثاری، خطر پسندی و مہم جوئی کے لیے مضطر و بیقرار ہو، ......اقبال نے اسی حقیقت کو اپنے خاص انداز میں اس طرح بیان کیا ہے:

مثل کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درخت طور سے آتی ہے بانگ لاتخف
صحبت پیرروم سے مجھ پر ہوا یہ نکتہ فاش
لاکھ حکیم سربجیب ایک کلیم سربکف(۳)

ایک اچھے مسلم نوجوان کے لیے ضروری ہے کہ علم وعمل میں اُس کا کردار مثالی اور بہترین قابل تقلید نمونہ ہونا چاہیے کہ عوام اس کی بات غور سے سنیں اور اُس پر عمل کرنے میں خوشی محسوس کریں۔طلباء اور مسلم نوجوان سے خطاب میں آپ نے فرمایا:

''اس وقت آپ کو اپنی ذہانت کا ثبوت دینا ہے اور علم کا وہ نمونہ اور معیار سامنے لے کر آنا ہے جو زبان کے اعتبار سے، اسلوب کے اعتبار سے، مواد کے اعتبار سے، مطالعہ، مذاہب اور تقابلِ ادیان کے اعتبار سے متوجہ کرنے والا ہو جس کو دیکھ کر زمانہ خود اس بات کا اعتراف کرے کہ آپ نے ایسی چیز سامنے رکھ دی جو واجب الاعتراف ہے۔

میں اس بات کو پھر دہراؤں گا کہ زمانہ بہت سی نئی چیزوں کا طالب ہے اور اُن چیزوں سے بہت نازک اور اہم چیزوں کا طالب ہے جن کا وہ ہمارے اسلاف سے طالب تھا۔

نگہہ بلند ، سخن دلنواز، جاں پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے (۴)

”اگر آپ محنت سے پڑھیں گے اور خاص طور پر عربی زبان اور عربی و دینی علوم میں اگر آپ یہاں رہ کر پختگی پیدا کریں گے تو پھر جامعہ، چاہے اس کی بڑی بڑی عمارتیں نہ ہو، اور جامعہ کی شان نظر نہ آتی ہو تو کچھ حرج نہیں، آپ جامعہ ہیں۔(۵)

”آج کا دور علم کا دور ہے، تعلیم کا دور ہے، تصنیف و تالیف کا دور ہے، تحقیق اور نقد و احتساب کا دور ہے۔ نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں بھی قلم کو ذریعہ تعلیم بتایا گیا ہے۔”اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ“ ان کی امت کو بھی صاحب قرطاس و قلم ہونا چاہیے اور معلم الامم ہونا چاہیے اور ادب و ادبی رجحانات اور ادبی افکار کی نگران ومحتسب ہے اور پورے عالم کی ذہنی وفکری قیادت کی ذمہ دار ہے۔

عالم ہمہ ویران زچنگیزی افرنگ معمار قوم باز بہ تعمیر جہاں خیز (۶)

علم ایک ایسی کسوٹی ہے جس سے انسان اچھے برے کی تمیز کرسکتا ہے۔علم ہی انسان کی قدر ومنزلت اور فضیلت کا باعث بنتا ہے اس حقیقت کو مولانا نے قرآن کی رو سے واضح فرمایا ہے:

”قرآن نے نازل ہوکر علم کو ایسا عزووقار بخشا ہے اور علما کی ایسی قدر ومنزلت بڑھائی جس کی سابقہ صحیفوں اور قدیم مذہبوں میں کوئی نظیر نہیں ملتی اور اس نے علم و علماء کی ایسی تعریف کی جس کے ذریعہ اُس نے انہیں انبیاء علیہ السلام کے درجہ کے نتیجے اور تمام بشری درجات وطبقات کے اوپر پہنچادیا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ (الزمر۔۹)(۷)

لہٰذا مسلم نوجوان پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ اس علم کے نور سے دنیا ہیں اور دنیا اس سے عاجز ہے۔اسی طرف اشارہ فرماتے ہوئے مولانا نے فرمایا ”آپ کے پاس جو دولت ہے۔اس سے دنیا کا دامن خالی ہے۔آپ کے سینہ میں علوم نبوت ہیں اور وہ حقائق ہیں جو دنیا میں گم ہو چکے ہیں اور جن کے گم ہونے سے آج عالم میں اندھیرا ہے۔اضطراب و انتشار ہے۔شروفساد ہے۔آپ اپنے ان سادہ کپڑوں، ان حقیر جسموں اور اس خالی جیب و دامن پر نظر نہ رکھیں۔آپ دیکھیں کہ آپ کا سینہ کن دولتوں سے معمور، اور آپ کے اندر کیسا بدر کامل مستور ہے۔

برخود نظر کشا زتہی دامنی مرنج

درسینۂ تو ماہ تمامے نہادہ اند (۸)

''آپ کے پاس نبوت محمدیؐ کے علما کے پیش کیے ہوئے جو حقائق ہیں ان کو اپنی کم نظری سے پیش کرتے ہوئے آپ شرماتے ہیں کہ زمانہ سائنس اور سیاسیات اور اقتصادیات کی ترقی کا ہے، لیکن دنیا کا حال یہ ہے کہ آج وہ انہیں کے لیے بے تاب اور چشم براہ ہے، آج قومیں ان لوگوں کے انتظار میں ہیں جو اُن کو زندگی کا نیا راستہ بتلائیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام حیات سنائیں۔

ہمہ آہوان صحرا سرخود نہادہ برکف

بامید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد (۹)

اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلم نوجوان جو دین مصطفیٰ کا علم بلند کیے ہوئے ہیں اور اصلاح عوام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں ان کا یقین کامل ہو کہ ہم جس دین پر قائم ہیں وہی فلاح دارین کا باعث ہے۔ مولانا نے اسی حقیقت کی طرف یوں متوجہ فرمایا:

''آپ اسلام ہی کی راہ نمائی اور اسوہ محمدیؐ ہی کی روشنی میں دنیا کی نجات کا یقین رکھتے ہو اور آپ کا اس پر عقیدہ ہو کہ اس طوفان نوح میں سفینۂ نوح صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور امامت ہے۔ آپ یقین کرتے ہو کہ افراد اور قوم کی سرفرازی اور سربلندی کی شرط صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہے اور یہ بالکل حقیقت ہے۔

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا است

کسیکہ خاک درش نیست خاک برسراو (۱۰)

''آپ کی بعثت کا مقصد دنیا کو جنت کی بشارت اور عذاب آخرت کی وعید پہنچانا تھا۔ آپ داعی الی اللہ اور سراج منیر بن کر آئے تھے کہ ساری دنیا کو روشن کریں۔ آپ مبعوث فرمائے گئے تھے کہ دنیا کو بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف خدا کی بندگی میں داخل کریں۔ تمام لوگوں کی مادی زندگی کا کال کوٹھری سے نکال کر دنیا و آخرت کی وسعتوں میں پہنچا دیں، مذاہب و ادیان کی ناانصافیوں اور زیادتیوں سے نجات دے کر اسلام کے انصاف سے متمتع ہونے کا موقع دیں۔ آپ کا

کام نیکی کی ترغیب دینا، بدی سے منع کرنا، صاف و پاک چیزوں کو حلال، گندی و ناپاک چیزوں کا حرام قرار دینا اور ان بندشوں اور بیڑیوں کو توڑنا تھا، جو انسانوں نے اپنی نادانی سے یا مذاہب اور حکومتوں نے زبردستی سے لوگوں کے پاؤں میں ڈال رکھی تھیں'' (۱۱)۔

''آپ کی بعثت نے انسانیت کو نئی زندگی، نئی روشنی، نئی طاقت، نئی حرارت، نیا ایمان، نیا یقین، نئی نسل، نئی تمدن، نیا معاشرہ عطا کیا۔ آپ کی آمد سے دنیا کی نئی تاریخ اور انسانیت کے کام کی عمر شروع ہوتی ہے کہ خود فراموشی و خودکشی میں جو زمانہ گذرا، وہ اعتبار کے قابل نہیں اور بینا و نابینا اور زندہ و مردہ ایک پلڑے میں نہیں رکھے جاسکتے:

وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُo وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ o وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُo وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ.

اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور تاریکی اور روشنی اور نہ چھاؤں اور دھوپ اور زندہ اور مردہ آدمی برابر نہیں ہوسکتے۔ (۱۲)

اللہ کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو تعلیم دی کہ اللہ کے اخلاق اختیار کرو (تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰه) انسان اپنے محدود انسانی دائرے میں اور اپنی تمام بشری کمزوریوں کے ساتھ ان اخلاق خداوندی اور ان الٰہی صفات کا پرتو تو اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے، مگر وہ کبھی خدا نہیں ہوسکتا، لیکن دنیا میں خدا کے اخلاق کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔ (۱۳)

پیغمبروں کا یہی کارنامہ ہے کہ انہوں نے صالح افراد تیار کیے۔ خدا سے ڈرنے والے، انسان سے محبت کرنے والے، دوسروں کے لیے تکلیف اٹھانے والے، اپنے پرائے کے معاملے میں انصاف کرنے والے، سچ بولنے والے، حق کا ساتھ دینے والے، مظلوم کی مدد کرنے والے، دنیا کے کسی فرد، کسی ادارہ اور کسی تربیت گاہ نے ایسے صالح افراد تیار نہیں کیے، دنیا کو اپنی ایجادوں پر ناز ہے۔ سائنس دانوں کو اپنی خدمات پر فخر ہے، لیکن پیغمبروں سے بڑھ کر انسانیت کی خدمت کس نے کی۔ ان سے زیادہ بیش قیمت چیز کس نے دنیا کو عطا کی۔ ان افراد نے دنیا کو گلزار بنادیا، ان کی وجہ سے دنیا کی ہر چیز کارآمد بن گئی اور ہر دولت ٹھکانے لگی۔ آج بھی دنیا میں جو نیکی کا رجحان، جو سچائی، انصاف اور انسانیت کی محبت پائی جاتی ہے وہ انہیں پیغمبروں کی کوشش اور تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ (۱۴)

انبیاء علیہ السلام کے لائے ہوئے اس دین وعلم پر ہی انسانیت کی سعادت موقوف ہے کیونکہ وہ عقائد و اعمال اور اخلاق وتمدن کی اساس مہیا کرتے ہیں۔ انسان صرف اسی کے ذریعہ معرفت نفس بھی حاصل کرسکتا ہے اور کائنات کی گتھی بھی سلجھا سکتا اور زندگی کے اسرار سمجھ سکتا ہے اور اس کے وسیلہ سے اس دنیا میں اپنا مقام متعین کرسکتا ہے۔ (۱۵)

موجودہ دور میں نوجوان کی توجہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کی طرف مبذول کرنے کی بجائے دیگر نظامہائے زندگی کی طرف ہے۔ اگر انہیں صحیح رہنمائی میسر آجائے تو ان کو فلاح دارین نصیب ہوسکتی ہے۔ مولانا نے اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''ان تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی ضرورت ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ مضبوط اور مستحکم ایمانی، جذباتی اور علمی ربط قائم رکھیں اور سیرت نبوی، ابتدائی اسلامی تاریخ، اصلاح وتجدید اور مصلحین ومجددین کے حالات وسوانح کے مطالعہ کو لازمی قرار دیں۔ یہ مطالعہ ان کی صلاحیتوں کو اُجاگر کرے گا۔ تاریک راہوں میں روشنی فراہم کرے گا جس سے وہ اپنی صلاحیتوں کا بہتر استعمال کرسکیں گے۔'' (۱۴)

اس لیے ضروری ہے کہ نوجوانوں میں جوش وجذبہ پیدا کیا جائے تا کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر کامیابی کی منزل کی طرف گامزن ہوسکیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اسی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

''انسان کے لیے سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ وہ اپنی حقیقت کو سمجھے، اپنی حیثیت کو پہچانے اور یہ جانے کہ یہ ساری دنیا میرے لیے بنائی گئی ہے اور انسان ہی اس دنیا کی پیدائش کا مقصد ہے۔ انسان پر خود فراموشی کا طاری ہونا ایک خطرناک بیماری ہے، جب کہ وہ یہ بھلادے کہ وہ کس مقام پر کھا گیا تھا اور اس کی کیا حیثیت اور ذمہ داری ہے۔ اُسے کون سا پارٹ ادا کرنا ہے اور اس کا اس عالم کے ساتھ کیا تعلق ہے''۔ (۱۷)

اگر انسان غور وفکر کرے اور اُسے عرفان حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنا نائب یا خلیفہ بنا کر محدود اختیارات عطا فرمائے ہیں تو یقیناً وہ فہم وفراست سے اپنے اختیارات کا استعمال کرے گا۔

''قرآن انسانوں کو زمین میں اپنا خلیفہ قرار دیتا ہے، جسے اس کے اوامر کا نفاذ کرنا اور اس

کی تعلیمات کے مطابق چلنا ہے۔ وہ محدود پیمانہ میں بااختیار خلیفہ ہے جو اپنے رب کے احکام کا پابند، اس کے آگے جواب دہ، اپنے عمل کی جزا پانے والا، اپنے ذاتی تصرف و انانیت کے لیے حساب پر مجبور اور افراط و تفریط، محدود قوت، حیات گذراں، اور دنیائے فانی سے دھوکہ کھانے اور اپنے جیسے انسانوں کو غلام بنانے پر سزا کا مستحق ہے۔'' (۱۸)

دوستو! اسلام نے ہمیں یہ بتلایا کہ انسان دنیا میں خدا کا نائب اور خلیفہ اللہ اور دنیا کا ٹرسٹی ہے۔ دنیا ایک وقف ہے اور انسان اس کا متولی، اس کے ذمہ یہ سارا عالم، یہ ساری کائنات ایک عظیم الشان وقف (ٹرسٹ) ہے۔ یہ کسی کی ذاتی ملکیت، یا کسی کے باپ دادا کی جائیداد نہیں ہے کہ جس طرح چاہے کھائے اڑائے۔ اس وقف میں تمام نعمتیں ہیں، یہ سب انسان کے حوالے کی گئی ہیں، کیونکہ وہ ان کے مزاج سے بھی واقف ہے اور ان کا ہمدرد بھی ہے، انسان خود اس ٹرسٹ کی ٹرسٹی سے بنا ہے اور اسی خاک کا ہے اور منتظم کے لیے واقفیت و علم اور ہمدردی دونوں شرط ہیں۔ انسان دنیا کے نفع و نقصان سے بھی واقف ہے اور اس کے اندر اس کی ضروریات بھی رکھی گئی ہیں۔ اس لیے وہ اچھا ٹرسٹی بن سکتا ہے۔'' (۱۹)

مگر اس کے باوجود انسان اپنی ذات میں مجموعۂ اضداد ہے اور اس کے خمیر میں متضاد کیفیات و صفات کی جو عجیب و غریب آمیزش ہے، ان سے مولانا نے ان الفاظ میں پردہ اُٹھایا ہے اور انسان کو راہ راست پر گامزن کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کائنات کی تمام مخلوقات اور موجودات میں اس سے زیادہ عجیب و غریب اور اس سے زیادہ سے زیادہ مجموعہ اضداد اور کوئی مخلوق نہیں ہے۔ وہ کمزور ہے، لیکن قوت حیات ابدی کا خواہاں ہے۔ امراض و خطرات سے دوچار ہے، لیکن صحت و عافیت کا طلبگار ہے۔ کم ہمت بھی ہے اور عالی حوصلہ بھی۔ اس کی حاجتیں بے شمار، اس کی تمنائیں غیر محدود، اس کے احساسات حباب سے زیادہ نازک اور اس کے جذبات ہر لحہ تغیر پذیر، نہ اس کی پیاس بجھتی ہے، نہ کسی چیز سے اس کو سیری ہوتی ہے۔ ہر قدیم چیز سے دلبرداشتہ اور ہر جدید کا دلدادہ، جو میسر ہے اس سے روگرداں اور جو معدوم و مفقود ہے اس کی جستجو میں سرگرداں، اس کی خواہشات کی تعداد اس کی سانسوں سے زیادہ اور اس کی ضرورتوں کی فہرست اس کی عمر سے زیادہ طویل ہے اور یہ محدود دنیا اس کی آرزوؤں کی تکمیل کے لیے

ناکافی ہے۔'' (۲۰)

آج جگہ جگہ ہوا وہوس اور ناؤ نوش کا شور بر پا ہے۔ رہی سہی کمی یہ سینما پوری کر دیتے ہیں جو حیوانی جذبات بھڑکانے کا خاص کام کرتے ہیں، روح بے قرار ہے، اللہ کا بندہ کہاں جائے؟ اگر صرف پیسہ ہی کمانا انسان کا کام ہے اور پیٹ بھر لینا ہی، اس کا فرض ہے تو یہ دل انسان کو کیوں دیا گیا، دماغ کیون عطا کیا گیا۔ ایسی بلند پرواز روح کیوں بخشی گئی اور عجیب وغریب صلاحیتیں کیوں ودیعت کی گئیں۔ (۲۱)

لہٰذا مسلم نوجوان اگر عرفان ذات حاصل کر لے اور اپنی خوبیوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لے آئے تو فلاح دارین کی منزل قریب ہو جائے گی۔ مولانا نے نوجوانوں کو فکر و تدبر کا درس ان الفاظ میں دیا ہے:

آدمی کو یہ چاہیے کہ اس نے اپنے آپ کو اپنے دل میں کیا مقام دیا ہے، اس کا معاملہ خود اپنی ذات کے ساتھ کیا ہے، اگر کسی نے اپنے کو ذلیل وحقیر، مجبور و بے بس، تہی دست و بے بضاعت اور دنیا کے بازار میں بے قیمت و بے ضرورت سمجھ لیا ہے تو اس کو دنیا سے کسی انصاف اور کسی اعزاز کی توقع نہیں کرنی چاہیے، حاتم طائی نے اسی حقیقت کو اپنے شعر میں بیان کیا ہے:

ونفسک اکرمها فانک ان تهن...... علیک فلن تلقی من الناس مکرما

اپنی ذات کی خود عزت کرو۔ اس لیے کہ اگر تم اپنی نگاہ میں ذلیل اور بے وزن ہو جاؤ گے تو پھر دنیا میں تمہیں کوئی بھی عزت کرنے والا نہیں ملے گا'' (۲۲)۔

غالباً اس کا راز یہ ہے کہ دنیا سے بے نیازی، قناعت اور زُہد انسان کے اندر باطنی قوت اور عقیدۂ وکردار کی اہمیت پیدا کر دیتا ہے۔ مادی دولت میں ڈوبے ہوئے انسان، معدہ کے گرفتار اور شہوت کے شکار افراد کی قدر و قیمت اُن کی نگاہوں میں گر جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ نابغۂ روزگار اور عبقری لوگوں نے ہوس کو پامال کر رکھا تھا اور اپنے زمانہ کے بادشاہوں، امراء اغنیاء سے بہت دور تھے کیونکہ زُہد انسان کی پوشیدہ طاقتوں کو ابھارتا ہے۔ (۲۳)

مسلم نوجوان جو کہ نبیؐ کے دین کے وارث ہیں اور تبلیغ دین ان کا فرض منصبی ہے کہ وہ عرفان ذات کے ساتھ حالات و واقعات کا جائزلیں اور احسن طریقہ پر تبلیغ کا کام سرانجام دیں۔

طلباء اور نو جوانوں سے خطاب فرماتے ہوئے مولانا نے فرمایا:

''داعیان دین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ماحول اور اپنے زمانہ سے واقف ہوں۔ زمانہ کی ضروریات، مقتضیات اور خطرات پر نگاہ ہونی چاہیے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ زمانہ کے فکری اور سماجی رجحانات کیا ہیں؟ کس طرح کی تحریکیں چل رہی ہیں، اور اسلام اور مسلمانوں کو کس کس طرف سے خطرات کا سامنا ہے۔ اس کے بغیر وہ نہ تو زندگی اور معاشرہ میں مؤثر ہو سکتے ہیں اور نہ دین کی صحیح اور موثر خدمت انجام دے سکتے ہیں، بقول اقبال:

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریف سنگ (۲۴)

جو چیز بری ہے وہ قیامت تک بری رہے گی اور جو چیز اچھی ہے وہ ہر زمانہ میں اچھی رہے گی۔ شرم وحیاء، تہذیب واخلاق، وفاداری، معاہدہ کی پابندی، سچائی، امانت داری، عفت وعصمت ہر دور اور ہر قسم کے حالات میں قابل تعریف اور ضروری اوصاف واخلاق رہیں گے اور ان کی برعکس اوصاف ہر جگہ اور ہر زمانہ میں مذموم اور ناپسندیدہ صفات سمجھے جائیں گے۔ خواہ عقل ان میں کسی قدر مصالح ومنافع دکھادے اور ان کے جائز اور بعض اوقات فرض ہونے کا فتوی دے۔ (۲۵)

لہٰذا آج کے مسلم نو جوانوں کو چاہیے کہ اپنے اندر اچھے اوصاف پیدا کریں اور ان میں کمال حاصل کریں کیونکہ ہر زمانہ میں مقام ومرتبہ ان اشخاص کو ہی ملتا ہے، جنہوں نے اپنے علم وعمل میں کمال حاصل کیا اور زمانہ ہر وقت خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اسی جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے فرمایا:

انسان کا ذاتی جوہر اور اس کی قابلیت ہی وہ چیز ہے جو ہر وقت اور ہر زمانہ میں اس کی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر آپ نے جوہر ذاتی کو حاصل کرلیا اگر کوئی خالی ہے تو وہ جہاں بھی جائے گا اور جس جگہ کی بھی سند یا ڈگری اس کے پاس ہوگی، حالات کو بدلا ہوا اور اپنے مخالف پائے گا۔ میں پھر کہتا ہوں اگر آپ نے یہ سب کچھ حاصل کرلیا تو امام غزالی، امام رازی، امام ابن قیم اور امام ابن تیمیہ کا زمانہ آج بھی منتظر ہے اور آپ کے لیے واپس ہوسکتا ہے۔ یہ غلط ہے کہ زمانے میں کوئی جگہ خالی رہتی ہے۔ کبھی زمانے میں ایسا نہیں ہوا کہ کوئی جگہ پہلے سے خالی ہو اور کسی کے لیے منتظر ہو کہ

کب وہ شخص فارغ ہولے گا تو وہ جگہ اس کو مل جائے گی۔ زمانہ ''بقائے اصلح'' کا قائل ہے۔ وہ بہت ہی حساس اور نقاد ہے۔ وہ صالح کی بجائے اصلح اور نافع کی بجائے انفع کو ترجیح دیتا ہے، لہٰذا اگر آپ کے اندر یہ چیزیں ہیں تو ہر وقت زمانہ آپ کا ہے اور آپ کے لیے منتظر ہے۔ (۲۶)

اور ایک انسان خصوصاً نوجوان مسلم کے ذاتی جوہر میں حسن اخلاق ایسی خوبی ہے تو اُس کے اوصاف و کردار میں چار چاند لگا دیتی ہے۔ اور انسان کی گفتگو میں جاذبیت پیدا کر دیتی ہے۔ مولانا نے یہی بات اپنے انداز میں یوں واضح فرمائی:

''ایک اعلیٰ درجہ کی بات کے گفتگو کا پیرایہ بھی اعلیٰ درجہ کا ہونا چاہیے۔ آداب کلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے، اگر ایسا نہ ہو تو بات کا حسن ختم ہو جاتا ہے۔ جس طرح ایک پُرشکوہ اور حسین عمارت کے لیے ضروری ہے کہ اُس کا پھاٹک بھی دیدہ زیب اور عالی شان ہو، جس کو دیکھتے ہی عمارت کی اہمیت معلوم ہو اور آدمی اندر داخل ہونے میں سہولت و مسرت محسوس کرے۔'' (۲۷)

ایک داعی الی اللہ کا موقف ہمیشہ داعی ہی کا موقف رہتا ہے۔ خواہ وہ دشمن کو مخاطب کر رہا ہو یا عزیز ترین فرد خاندان کو، دعوت کا رنگ اس پر غالب رہے گا اور داعی کی شان اس میں جھلکتی رہے گی۔ خواہ صورت حال کچھ بھی ہو اور مخاطب جو بھی ہو۔ اس کی زبان دعوت کی زبان ہوگی۔ اس کے سامنے مقصد دعوت ہوگا۔ (۲۸)

یہ اُسی وقت ہو سکتا تھا جب فکر اسلامی کے علمبردار اور داعی کچھ عرصہ پورے صبر و استقلال کے ساتھ اپنی صلاحیتیں اور قوتیں اسلامی طریقہ زندگی کو قبول کرنے کے لیے دماغوں اور دلوں کو تیار کرنے اور نوجوانوں کی ذہنی و روحانی تسکین کے کام پر مرکوز کر دیتے اور تمام میدانوں سے یکسو ہو کر اسی کو اپنی جدوجہد کا میدان بنا لیتے، اور سحر انگیزی کے ساتھ کھلا ہوا علمی تفوق، ممتاز دماغی صلاحیت، قلب کا گداز اور جرأت، پراثر اور گہری روحانیت، بے غرضی اور بے ہمہ اور باہمہ ہونے کی صفات اور ایسا اخلاق جمع ہونا جو ہر شک و شبہہ اور تمام سیاسی، اختلافات سے بالاتر نظر آتا۔ غرض پاکستان کو وہ میر کارواں نصیب ہو جاتا جس کی تعریف اقبال نے ان الفاظ میں کی ہے:

نگہ بلند، سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے (۲۹)

مگر دورِ حاضر میں اسلامی تعلیمات کے فروغ و اشاعت کے بجائے اسلامی تشخص کو مسخ کرنے اور طلباء اور نوجوانوں کو مغربی تہذیب کی طرف راغب کرنے کی منظم کوششیں کی جا رہی ہیں۔ مولانا اس درد کو محسوس کرتے ہوئے مسلم نوجوانوں کو اس خطرے سے یوں آگاہ فرماتے ہیں:

مسلمانوں کو اشارے اور کنایہ سے کبھی کبھی صاف کہا جاتا ہے کہ مسلمان اپنی رضا و رغبت سے اپنی جداگانہ تہذیب اور ہر اُس چیز سے بے تعلقی اختیار کرلیں جو اُن میں ایک ملت اور ایک مستقل تہذیب کا وارث ہونے کا احساس پیدا کرتی ہے۔ وہ خود ہی اعلان کردیں کہ ہم کسی جداگانہ تہذیب کے حامل نہیں۔ وہ خود اپنے لیے وہی یکساں قانون پسند کریں جو سارے ملک کے لیے نافذ ہو۔ وہ اپنے تمام تعلیمی مرکزوں کو جو انہوں نے اپنی پسند و ضرورت کے مطابق قائم کیے تھے، حکومت کی تحویل اور انتظام میں دے دیں اور ان کے نظم و نسق سے خود دست بردار ہو جائیں، تاکہ اُن سے ایک ہی طرح کے ماڈل تیار کیے جائیں جو اُس سیکولر اور اشتمالیت پسند ملک سے ہم آہنگ ہو'' (۳۰)

آپ اس چیلنج کو قبول کریں جو مذہب کو ہر قسم کے اثر و رہنمائی سے اور زندگی میں مداخلت سے محروم کردیتا ہے اور تہذیب بیزار یورپ کے اس مسلمہ اصول پر اعتقاد رکھتا ہے کہ مذہب ایک پرائیویٹ معاملہ ہے، جو ہر قسم کے آزادانہ نظام تعلیم، آزاد تعلیم گاہوں اور مکمل و ہمہ گیر تہذیب کے نظریہ کا مخالف ہے اور جس کے بعد ہندوستان (و پاکستان) کی صورت وہی ہو جائے گی جس کو اقبال نے نصف صدی پہلے کہہ دیا تھا۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدہ کی اجازت
ناداں سمجھتا ہے اسلام ہے آزاد (۳۱)

دور حاضر کو مولانا نظر غائر سے دیکھتے ہیں تو انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں کہ خودغرضی اور بے ضمیری کا دور دورہ ہے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اپنا ایمان تک فروخت کرنے میں کسی قسم کی عار محسوس نہیں کرتے۔ فرماتے ہیں:

''یہ عام ضمیر فروشی کا دور ہے۔ بڑے بڑے فاضل اور صاحب قلم ہیں، جن کی ذہانت اور جن کے مطالعہ کے سامنے ہماری کوئی حیثیت نہیں، لیکن ضمیر نام کی کوئی چیز اُن کے یہاں نہیں پائی جاتی۔ اُن کے دماغ کی جگہ پر دماغ ہے اور دل کی جگہ پر بھی دماغ ہی ہے، بلکہ ان کے پہلو مین

ایک دھڑکتے دل کی بجائے ایک رواں دواں قلم رکھا ہوا ہے۔ جو سب کچھ لکھ سکتا ہے، جس کے یہاں آخرت کی جواب دہی اور ضمیر کی ملامت اور سرزنش کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اُن میں ہر زمانہ کے ساتھ بدلنے اور اس کے مطالبوں کی ترجمانی کرنے کی غیر محدود صلاحیت موجود ہے۔ (۳۲)

اس کے باوجود مولانا مسلم نوجوانوں میں جوش و جذبہ پیدا کرتے ہیں اور انہیں اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو جگا کر بروئے کار لانے کی تلقین فرماتے ہیں:

''آپ ہی کے اندر ایسے پاک نفس داعی اور ایسے بے لوث مصلح ہیں، جن سے آپ بھی بے خبر ہیں اور آپ کے اساتذہ بھی اور آپ کے دوست و رفیق بھی۔ میں انہیں خوابیدہ صلاحیتوں کو اپنی اس کمزور اور ناتواں آواز سے دستک دے رہا ہوں۔ کاش میری آواز اُن دروازوں کے پار پہنچ جائے اور سونے والوں میں بیداری ہو اور آپ بے کراں صلاحیتوں سے واقف ہوں۔ اقبال نے ہلال عید کو مخاطب کر کے کہا تھا میں آپ کو مخاطب کر کے کہتا ہوں:

برخود نظر کشا ز تہی دامنی مرنج
درسینۂ تو ماہ تمامے نہادہ اند (۳۳)

حواشی

۱۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی، ص۲۰۔۲۱، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۲۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی، ص۱۲۷، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۳۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی حصہ سوم، ص۱۸، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۴۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی، ص۸۹۔۹۰، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۵۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، نشان منزل، ص۱۹، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۶۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، کاروان زندگی حصہ سوم ص۲۳۳۔۲۳۴، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۷۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات ص۱۰۱۔۱۰۲، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۸۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی، ص۱۰۳، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۹۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی، ص۱۰۸۔۱۰۹، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۰۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی، ص۹۷، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۱۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص۹۱، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۲۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص۸۶، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۳۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، تعمیر انسانیت، ص۱۰۹، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۴۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، تعمیر انسانیت، ص۹۹۔۱۰۰، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۵۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، انسانی علوم کے میدان میں اسلام کا انقلابی وتعمیری کردار، ص۳۰، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۶۔ مولانا سیدابوالحسن علی ندوی، اسلامی بیداری کی لہر پر ایک نظر ص۱۷، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۷۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تعمیر انسانیت ص ۵۴۔۵۵، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۸۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، انسانی علوم کے میدان میں اسلام کا انقلابی و تعمیری کردار ص ۵۷۔۵۸، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۱۹۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تعمیر انسانیت ص ۱۱۳، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۲۰۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ارکان رابعہ، اسلامی عبادات، کتاب و سنت کی روشنی میں ص ۲۷۔۲۸، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۲۱۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تعمیر انسانیت ص ۱۱۳، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۲۲۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی ص ۱۰۳۔۱۰۴، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۲۳۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، اسلامی بیداری کی لہر پر ایک نظر ص ۳۵، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۲۴۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، کاروانِ زندگی، حصہ سوم ص ۲۴، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۲۵۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مذہب و تمدن، ص ۱۰۸، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۲۶۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی ص ۲۲۔۲۳، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۲۷۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب ص ۵۰، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۲۸۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب ص ۸۲، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۲۹۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش ص ۱۲۷۔۱۳۸ تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب ص ۵۰، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۳۰۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی ص ۲۲۔۲۳، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۳۱۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی ص ۱۵۱، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۳۲۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی ص ۱۵۳، مجلس نشریات اسلام کراچی۔

۳۳۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، پا جا سراغ زندگی ص ۱۵۴۔۱۵۵، مجلس نشریات اسلام کراچی۔